حافظ ابراہیم ۱۸۷۱ء / ۱۲۸۸ھ — ۱۹۳۲ء / ۱۳۵۱ھ

مصر کے عظیم قومی شاعر حافظ ابراہیم کا اصل نام محمد حافظ بن ابراہیم ہے، مصر کے ایک گاؤں دیروط میں پیدا ہوئے۔ ابھی ان کی عمر دو سال کی ہی تھی کہ ان کے والد وفات پاگئے۔ ان کی والدہ ان کو قاہرہ لے کر آگئیں جہاں ان کے ماموں نے ان کی کفالت کی۔ قاہرہ میں انہوں نے مدرسہ خیریہ اور مدرسہ خدیویہ میں تعلیم حاصل کی۔ جب ان کے ماموں قاہرہ سے طنطا منتقل ہوئے تو ان کو بھی اپنے ساتھ لے گئے مگر وہ تعلیم سے دل برداشتہ ہو گئے اور اپنے دوستوں کے ساتھ رہ کر شعر و شاعری میں دل چسپی لینے لگے اور ماموں کی تنبیہ پر گھر سے نکل گئے اور ماموں کے نام یہ دو شعر لکھ بھیجا ؎

ثقلت علیک مؤنتی   انی اراها واهیه

فافرح بانی ذاهب   متوجه فی داهیه

آپ پر میری کفالت اور پرورش بوجھ بن گئی جسے میں آپسی اختلاف کا سبب سمجھ رہا ہوں۔ تو لیجیے خوشی منائیے کہ میں زندگی سے نبٹنے کے لئے آپ کے پاس سے مشقتوں میں جا رہا ہوں۔

Scanned with CamScanner

حافظ کا نوخیز ذہن اپنی یتیمی، بے کسی اور بے بسی کے
احساس سے شدید طور پر متاثر ہوا، زندگی بھر اکتاہٹ،
کبیدگی، دل برداشتگی اور حالات کی ستم ظریفیوں کا شکوہ،
ان کی فطرت و مزاج کا خاصہ بن گیا، گھر چھوڑنے کے بعد
کسب معاش کی خاطر طنطا میں وکلاء کے دفتروں میں کام
کرتے رہے پھر موقع پا کر قاہرہ گئے اور وہاں ایک فوجی اسکول میں
داخل ہو گئے تعلیم مکمل کرتے ہی ۱۸۹۱ء میں فوجی افسر بن گئے
مگر فوجی زندگی انہیں راس نہ آئی۔ انگریز افسروں کا مصریوں کے
ساتھ برتاؤ انتہائی حقارت آمیز تھا چنانچہ انہوں نے ۱۸۹۹ء
میں انگریزوں کے خلاف ایک تنظیم میں شرکت کی جس کا علم
انگریز افسروں کو ہو گیا اور تمام اراکین پر مقدمہ دائر ہو گیا۔
عالم اضطراب میں ادھر ادھر مارے پھرتے رہے یہاں تک کہ
شیخ محمد عبدہ تک ان کی رسائی ہو گئی۔ شیخ کے ساتھ
رہ کر وہ ایک عرصہ تک ان کے فیض سے اپنے ذہن و فکر
کو سیراب کرتے رہے۔ ۱۹۱۱ء میں وزیر تعلیم نے ان کو دار الکتب
المصریہ کے شعبۂ ادب کا انچارج مقرر کر دیا جس کی
وجہ سے ان کو معاشی فارغ البالی نصیب ہوئی۔ ۱۹۳۲ء میں وہ اس
عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور اسی سال وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

(3) شاعری :- شخصیت کے اظہار کا بہترین وسیلہ ادب ہے حافظ

کی شاعری بھی ان کی زندگی کی آئینہ دار ہے وہ زندگی کے ہر

مرحلہ میں امن و سکون اور فارغ البالی سے محروم رہے، یتیمی

کا داغ، تلاش معاش ملک و قوم کی زبوں حالی کے احساس نے

زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر منفی بنا جس کا اظہار

بچپن سے ہی ان کی شاعری میں ہونے لگا دوسری طرف فوج کی

ملازمت کے دوران انگریزوں کی وحشت و بربریت کو انہوں نے

شدت سے محسوس کیا اور قوم و وطن کے درد نے ان کو قومی شاعر

بنا دیا اس طرح حافظ کی پوری شاعری غم و الم کی ترجمان بن

گئی، اس ترجمانی کی خوبی یہ ہے کہ اس میں انفرادیت اجتماعیت میں

ضم ہوگئی شاعر اپنی شکستہ حالی کو ملک و قوم کی بدحالی سے الگ نہیں

سمجھتا۔ یہی وہ راز ہے جس نے حافظ کو مصر کا عظیم قومی شاعر

بنا دیا اور اس میدان میں بلا شبہ ان کا مرتبہ شوقی سے بلند تر

ہے۔ حافظ کی ماں گرچہ ایک ترکی خاتون تھیں مگر باپ کے

اثر سے ان پر مصریت کا غلبہ رہا اور مصریوں کی جملہ خصوصیات

ان میں رچ بس گئیں۔ اس طرح قومی شاعری کی پہلی منزل آسان ہوگئی۔

Scanned with CamScanner

(۶) حافظ کی قومی شاعری کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:-

پہلا دور ۱۹۰۳ء تک کا ہے اس دور میں وہ انگریزوں کے خوف سے ان کے خلاف کھل کر نفرت وحقارت کا اظہار نہیں کرتے بلکے مصلحتی مصالحانہ رویہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور کسی حد تک خوشامد سے کام لیتے ہیں چنانچہ ۱۹۰۱ء وہ ملکہ وکٹوریہ کی موت پر مرثیہ کہتے ہیں اور ۱۹۰۲ء میں ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی کے موقعہ پر قصیدہ تہنیت پیش کرتے ہیں۔

حافظ کی شاعری کا دوسرا دور ۱۹۰۳ء سے ۱۹۱۱ء تک کا ہے اس دور میں وہ ملازمت سے سبکدوش ہوجاتے ہیں اس لئے انگریزوں کی کھل کر مخالفت کرتے ہیں اور قومی وطنی سیاسی تحریکات میں پیش پیش نظر آتے ہیں درحقیقت حافظ کی قومی شاعری کے شباب کا دور بھی ہے اس دوران انھوں نے بہترین سیاسی سماجی نظمیں کہی ہیں مثلاً ۱۹۰۶ء میں ایک حادثہ رونما ہوا جس کو حادثۂ دانشوای کہتے ہیں۔

دانشوای ایک گاؤں کا نام ہے جس میں پانچ انگریزوں کی ایک جماعت کبوتر کے شکار کے لئے گئی۔ گاؤں کے کچھ لوگوں نے تعرض کیا

تصادم کے نتیجہ میں ایک انگریز افسر کی حادثاتی موت واقع ہوگئی لارڈ کرومر نے گاؤں والوں پر مقدمہ چلاکر پانچ آدمیوں کو پھانسی دے دی سات کو کوڑے لگوائے اور آٹھ کو مختلف مدتوں کے لئے جیل کی تاریک کوٹھریوں میں قید کر دیا۔ اس وحشت و بربریت پر سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑگئی حافظ نے بھی اس سے متاثر ہوکر کئی نظمیں لکھی۔ ان نظموں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا لب ولہجہ ایک مخصوص قسم کا طنز لئے ہوئے ہے۔ حافظ کی قومی شاعری اس مرحلہ میں اپنے عروج پر نظر آتی ہے اس عرصہ میں وادی نیل میں رونما ہونے والے تمام حادثات و واقعات کی بازگشت ان کی شاعری میں صاف سنائی دیتی ہے یہاں تک کہ ان اشعار کی مدد سے اسی دور کی ایک سیاسی اور سماجی تاریخ آسانی سے مرتب کی جاسکتی ہے۔

حافظ کی شاعری کا تیسرا دور ۱۹۱۱ء سے شروع ہوکر ۱۹۳۲ء میں ان کی وفات پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں انھوں نے قومی نظمیں بہت کم لکھیں۔ بلکہ شعر گوئی ہی کم کر دی کیونکہ ۱۹۱۱ء سے وہ دار الکتب المصریہ کے شعر وادب کے انچارج کی حیثیت سے گورنمنٹ ملازمت میں آگئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

Scanned with CamScanner

ملازمت کی وجہ سے انھوں نے جذبات و احساس کے اظہار پر پابندی
عائد کردی اور معاشی ضرورتوں سے مجبور ہوکر قومی شاعری سے کنارہ
کش ہوگئے اس دور میں ان کے لب ولہجہ میں بہت زیادہ خوف آگیا اور
ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے حافظ کے سر پر تلوار لٹک رہی ہو اور وہ
ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت سوچ سمجھ کر گفتگو کرتے
ہیں اس دور کی نظموں میں جوش و خروش کا کہیں پتہ نہیں لگتا لیکن
پہلی جنگ عظیم کے بعد ان کے لب ولہجہ میں پھر تبدیلی آتی ہے چنانچہ
جب انگریزوں کا ظلم وستم حد سے گذرنے لگا اور دلوں کے شعلے بھڑک
اٹھے تو ۱۹۱۶ء میں ہنگامہ بغاوت رونما ہوا، احتجاجی جلسے منعقد
ہوئے یہاں تک کہ خواتین کی طرف سے بھی مظاہرے کئے گئے اس موقع
پر حافظ کے جذبات میں بھی تحریک پیدا ہوئی اور انھوں نے اپنے مخصوص
طنز آمیز لب ولہجہ میں خواتین کے ایک ایسے مظاہرے کا منظر پیش
کیا جس میں ان کا استقبال بندوق کی گولیوں سے کیا گیا تھا اور صدہا
خواتین لقمۂ اجل بن گئیں۔

اس نظم کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں منظر کشی اچھے انداز
میں کی گئی ہے اور شاعر نے چھوٹی سے چھوٹی جزئیات کو بھی نظر
انداز نہیں کیا ہے اس لئے پورا چلتا پھرتا منظر الفاظ میں سما گیا ہے۔